العزت سے محبت کرنے اور اس کے ساتھ دوستی کا ایک ہی طریقہ ہے، کہ حضرت محمد ﷺ کی فرمانبرداری کی جائے جس طرح نبی کریم نے حیات مقدسہ گزاری ہے ہم بھی ایسے ہی عمر بسر کریں تاکہ دنیا اور دین دونوں میں کامیاب وکامران ہوں۔

میلادالنبی ﷺ:

حبیب رب العالمین محمد مصطفی علیہ الصلاۃ والسلام سے بے پناہ محبت رکھنے کے دعویدار بہت سے لوگ ربیع الاول کی ۱۲ یا ۱۷ تاریخ کو "عید" مناتے ہیں۔ مختلف خودساختہ درود وسلام اور مبالغہ آمیز نعتیں اور قوالیاں گاتے ہوئے بازاروں اور سڑکوں میں نکل پڑتے ہیں۔ سیرت نبویہ اور سنت محمدیہ کی رو سے اس قسم کی تقریبات منانا درست نہیں۔

۱۔ صاحب اسوہ حسنہ (ﷺ) کے عہد رسالت میں یہ تاریخ پیدائش ۲۲ مرتبہ آیا لیکن حدیث، سیرت اور تاریخ کی کتابیں شاہد ہیں کہ آپ ﷺ نے کبھی ایسی تقریب منعقد نہ فرمائی، نہ امت کو ایسا حکم دیا نہ کسی صحابی نے ایسا کیا کہ حدیث تقریری ہی سے کوئی دلیل میسر آجاتی۔

2۔ خلافت صدیقی میں یہ دن دو تین بار، خلافت فاروقی میں 10 بار، خلافت عثمانی میں 12 مرتبہ اور خلافت حیدری میں 5 مرتبہ آیا لیکن خلفاء راشدین نے عید منانے کی جسارت نہ کی۔

3۔ خلافت راشدہ کے بعد بھی کسی صحابی یا تابعی نے دین اسلام میں اس رسم کے اضافے کی نہ ٹھانی۔ امام ابوحنیفہ، مالک، شافعی، احمد، جعفر صادق میں سے کسی نے اپنے پیغمبر کی BIRTH DAY نہیں منائی۔

4۔ ابتدائی دور کے مخلص اہل ایمان کا اسلام میں کسی تیسری عید کے نہ ہونے پر مکمل اجماع تھا۔ اسی وجہ سے نبی ﷺ کی ولادت باسعادت کی تاریخ ہی پر اہل علم کا اختلاف ہے۔

ان تمام اہل علم وایمان نے عید میلادالنبی کیوں نہیں منائی؟

کیا انہیں کریم ﷺ سے محبت نہ تھی؟! کیا انہیں درود وسلام پڑھنے کی عادت نہ تھی؟! کیا وہ حلوہ، شیرینی وغیرہ کے اخراجات کی وجہ سے کنجوسی کرتے تھے؟! نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ سچے محبان مصطفی اپنے محبوب ترین ہستی کی اطاعت میں ہر قسم کی بدعت سے اجتناب کرتے تھے۔

سوانح علمائے اہلحدیث بلتستان

مولانا محمد یونس بن اسماعیل

1984 1914

تصنیف: حمید اللہ اثری .... تحقیق و اضافہ: عبد الرحیم روزی

نام و نسب:

محمد یونس بن اسماعیل بن نوقلی محلہ گیا نحما موضع غواڑی بلتستان کے باشندے تھے۔ آپ کا خاندان اخوند پا [illegible] تھا۔ آپ کا دادا محترم جناب نوقلی محلہ گیا نحما میں مذہب [illegible] کی زبان زدِ [illegible] مسلک حق [illegible] پابندی کرتے تھے [illegible] ماتم [illegible] آپ [illegible] پہنچے [illegible] تھی۔

[illegible] تین بیٹے تھے [illegible] فرزند ارجمند ہیں۔ محمد [illegible] کے بیٹے محمد شفیق اور [illegible] ہیں۔

[illegible] نے 1914 میں [illegible] مولانا محمد [illegible] محمد علی [illegible] دار الحدیث غواڑی (حالیہ جامعہ دار العلوم بلتستان غواڑی) سے [illegible] قاعدہ قرآن سے لے کر ترجمۃ القرآن، احادیث، بوستان، گلستان، نحو میر، صرف میر، مرقاۃ اور چند دوسری ابتدائی کتابیں پڑھیں۔

حصول علم کے لیے رحلات:

صحابہ کرام، تابعین عظام اور محدثین [illegible] کے نقش قدم پر چلتے ہوئے [illegible] 1935 میں عازم دہلی ہوئے۔ اس طویل و پرمشقت سفر میں آپ نے [illegible] اور [illegible] سید عبید اللہ بن سید ابو الحسن [illegible] حفظ اللہ [illegible] کے ساتھی تھے۔ تند و تیز ہواؤں، برف پوش پہاڑوں اور برفانی [illegible] سے مقابلہ کرتے کبھی کئی گہری [illegible] میں [illegible] ہوتے تو کبھی آسمان سے باتیں کرنے والے کہساروں کے چوٹیوں تک [illegible] آنکھیں [illegible]

والے راستوں پر رینگ رینگ کر چلتے تو کبھی غراتے شیروں اور دوسرے درندوں سے آنکھ مچولی کھیلتے تقریباً نو دنوں کے بعد یہ قافلہ کشمیر (سرینگر) پہنچا۔ وہاں سے بذریعہ گاڑی کالکہ (شملہ) پھر دہلی پہنچے اور فتح پورہ کے ایک دیوبندی مدرسے میں دو سال پڑھ کر فارغ ہوئے۔ اس کے بعد علم حدیث کے شوق میں مدرسہ نذیریہ میں داخلہ لیا اور چھ سال پڑھ کر سند فراغت حاصل کیا۔ مفتی و شیخ الحدیث مولانا عبدالقادر رپوگوی مرحوم آپ سے دو سال قبل فارغ ہو کر یہاں پر ہی مدرس مقرر ہو چکے تھے۔ مولانا یونس مرحوم نماز فجر کے بعد درس کی ساعت کے لیے مدرسہ فیاضیہ میں مولانا تقریظ احمد سہسوانی کے ہاں جایا کرتے تھے۔

1943 میں مولانا عبدالقادر کے ساتھ امرتسر میں مولوی فاضل مساوی انٹرمیڈیٹ کا امتحان دیا۔ وہاں پر تقویۃ الاسلام سلفیہ اور چونیاں والے میں مولانا عبدالجبار کے ہاں قیام کرتے تھے۔ پنجاب یونیورسٹی بھی گئے لیکن امتحان نہیں دیا۔ اور اسی سال 1943 میں وطن عزیز مراجعت فرمائی۔

تدریسی و دینی خدمات:

آپ نے متعدد خدمات سرانجام دیں، جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

ا۔ اپنے محلے میں قائم مدرسہ البنات میں بغیر اجرت کے پڑھاتے رہے۔ جامع مسجد گیانتھا میں مولانا عبدالرحیم بن سلطان علی کی غیر موجودگی میں اور ان کی وفات کے بعد مستقل طور پر امامت و خطابت کا فریضہ سرانجام دینے لگے۔

۲۔ دارالعلوم میں پڑھانے کے لیے بھی تشریف لائے جہاں حبقر یٔ وقت حافظ کریم بخش صدر مدرس منتظم اور مفتی اعظم تھے۔ راقم کو اچھی طرح یاد ہے کہ آپ پہلوی زبان و ادب اور اخلاقی تعلیم دینے والی کتابیں پند نامہ، کریما، نام حق اور گلستان پڑھایا کرتے تھے، موصوف کے شاگردوں کے مطابق آپ ہوعِ الحرام، نحو میر، صرف میر اور مراح الأرواح وغیرہ بھی پڑھاتے تھے۔

انداز خطابت:

مولانا صاحب کا انداز بیان عالم شخوخت میں نارمل البیلا اور پرسوز تھا، کبھی موقع و مناسبت سے آپ کی آہنگ پر جوش ہو جاتی۔ زیادہ تر خطبہ آپ نے جامع مسجد گیانتھا ہی میں دیا۔ آپ کے خطبات کا موضوع تہذیب اخلاق اور اصلاح معاشرہ ہوا کرتا تھا۔

اساتذہ و تلامذہ:

آپ کے بلتستانی اساتذہ میں مولانا محمد موسیٰ بن محمد علیؒ، مولانا احمد علی بلغاری، مولانا حافظ کریم بخش قابل ذکر ہیں۔ مدرسہ نذیریہ دہلی میں مولانا محمد یونس قریشی، مولانا شرف الدین دہلوی، مولانا محمد یونس پنجابی، مولانا حمید اللہ، مولانا عبدالرحمن

پنجابی' مولانا نذیر حسین اور مدرسہ فتح پورہ میں مولانا محمد شفیع رحمہم اللہ أجمعین سے اکتساب فیض کیا۔

آپ کے ارشد تلامذہ میں مہتمم جامعہ دارالعلوم بلتستان غواڑی مولانا عبدالواحد عبداللہ مولانا محمد ابراہیم خان امام جمعہ و جماعت محلّہ گیانتھا' مولانا محمد حسین آزاد امام جمعہ و جماعت محلّہ یول' مولانا محمد یونس فردوسی کوروی' مولانا احمد علی کوروی' مولانا عبدالحیٔ مدنی' مولانا محمد موسیٰ کلیم' مولانا محمد حسین رشید کوروی اور مولانا محمود اسماعیل کھتھاوی قابل ذکر ہیں۔

قومی وملی خدمات:

آپ نے جنگ آزادی 1948 میں خطہ بلتستان کو ڈوگرہ راج سے آزاد کرنے میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔آپ نے حافظ کریم بخش' مولانا عبدالمنان اور مولانا حاجی خلیل الرحمٰن کے ساتھ عوام کی طرف سے بحثیت نمائندہ افواج پاکستان کو راشن فراہم کرنے کے لیے خوب تگ ودو کیا' موضع غواڑی کی آخری سرحد''غونی شلما'' نامی جگہ میں فوجی گودام تھا، یہاں پر پاک افواج اور رضا کاران کے لیے بصورت غلہ، آٹا، ستو، خوبانی اور یوس (تلا ہوا گندم) ذخیرہ کیا جاتا تھا۔ان حضرات کی ناقابل فراموش خدمات کے صلے میں اعلیٰ فوجی حکام نے ایوارڈ عطا کیا۔عوام نے عساکر پاکستان، عوامی رضا کاروں اور علمائے دین کی دعوت حریت کو قبول کرتے ہوئے بے پناہ تعاون کیا اور اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال ہوکر 4 مہینے کے بعد پرکوتہ (مہدی آباد) فتح ہوا۔اور ڈوگرہ حکمران ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بلتستان سے رسوا ہوکر نکل گئے۔

علاقائی خدمات:

جب آپ دہلی میں زیر تعلیم تھے' اس دوران آپ اور دوسرے بلتستانی طلباء کی جدوجہد سے مولانا حمید اللہ صدر آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس نے اہالیانِ گیانتھا کے لیے دریائے شیوک سے ایک کول نکالنے کے لیے کچھ فنڈ عطا کیا' جس کی مدد سے اہالیان گیانتھا نے اونچے ٹیلے کو پاٹ کر دوسری طرف کول سے ملا دیا۔محلّہ گیانتھا میں تقریباً 15 فٹ اونچا کول 1930 کی دریائی طغیانی سے مکمل طور پر ملیامیٹ ہو چکا تھا۔ بردشدہ اس کول کے کچھ نشانات کول زونکھا کے اوپر او پر دیکھے جاسکتے ہیں۔اس تباہی کی وجہ سے اہالیان گیانتھا کی معاشی صورتحال ڈانواں ڈول ہو چکی تھی۔لیکن جب مولانا محمد یونس ودیگر ہمنواؤں کی مساعی سے نیا کول تعمیر ہوا اور پانی مل گیا تو اہالیان محلّہ ہذا کی خوشیاں دیدنی تھیں۔ ہرایک کی آنکھیں شکر الٰہی میں نمناک اور سربسجود تھے۔اور ہرایک کا انگ انگ زبان حال سے (اللهم انا لانحصي ثناء عليك أنت كما أثنيت على نفسك) کا ورد کررہا تھا۔اس موقع پر ایک پرتکلف دعوت شیرازی کا اہتمام کیا گیا۔مرد درویش شاعر بلتستان حاجی خلیل الرحمٰن اس واقعے کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

پس حمد و نعت خیر البشر نگارم یکے واقعہ از حال سفر

چو کردم بگیانتھا امروز مقام | چہ خوش منظر دید چو باغ ایں مقام
یکے جوئے طوش سہ میل | رواں کردہ از خرچ ومحنت جمیل
اگر خواہی تاریخ از زونکھا کویل | جمع کن اعداد ایں "چک شغول"
بخدمت کمر بستہ ہر مرد و زن | برائے فقیر و غریب با حزن
بصوم و صلاۃ و با تیار مال | چنانست مخلص نادر مثال
ضمیرم بگفت ای خلیلا نوشت | یکی یادگاری تاریخ نوشت
جمع کردم کلاناں دہ | پر سیدم یک یک حالات دہ

اس امر میں کوئی شک نہیں کہ اہالیان گیانتھا کا یہ کارنامہ غواڑی میں ایک حیرت انگیز اور منفرد شاہکار ہے کہ نہایت ہی بے سروسامانی اور غربت وافلاس کے وقت بغیر کسی مشینری کے بیلچوں اور کدالوں سے پاٹے گئے ملبے کو اٹھانے کے لیے ہیوی ٹرالوں کی جگہ چھڑیوں سے بنائے گئے مخروطی شکل کے چورونگ (پشتی ٹوکریاں) استعمال کی گئیں، جن کو اٹھانے کے لیے انجن کے طور پر اانسانوں کی پیٹھ استعال ہوئی۔ان شاءاللہ العزیز یہ کول جب تک آباد رہے گا، اس میں رواں پانی کی طرح اس کارخیر میں ہرطرح سے حصہ لینے والے تمام حضرات کا صدقہ جاریہ ثابت ہوگا۔اور یہ پانی جس طرح سوکھے کھیتوں کو سیراب کرتا ہے اسی طرح ان حضرات کے اعمال میں تازگی پیدا کرتا رہے گا۔

ایں دعا از من و از جملہ عالم آمین باد

حلیہ واوصاف:

آپ درمیانہ قد، منحنی وچھریرے بدن، سانولے رنگ کے تھے، چہرے اور ماتھے پر بڑھاپے کی وجہ سے گہری جھریاں نمایاں تھیں، واجبی سی داڑھی، چہرہ بیضوی تھا۔چلتے وقت آگے جھک جھک کر چلتے، گویا کسی اترائی سے اتر رہے ہوں۔عالم شباب میں طبیعت میں تیزی تھی مگر بڑے فیاض اور مہمان نواز تھے۔محلے آپ نمایاں شخصیت ہونے کے ناتے سے باہر سے آنے والے بیشتر مہمان آپ کے ہاں وارد ہوتے۔

- بڑھاپے میں آپ پڑھاتے پڑھاتے اونگھنے لگتے تو شریر طلباء آپ کو باور کرانے کے لیے صرف سرہلاتے رہتے تھے جب آپ بیدار ہوتے تو "منڈوق کن، سبق کن لزابین دوک" (یعنی مٹی کے ڈھیلو سبق یاد کرتے رہو) کہتے تھے۔آپ سے فیض حاصل کرنے کے بعد طلبہ اگلی کلاس کی کتابیں پڑھنے کے لیے مفتی عبدالقادر یگوی رحمہ اللہ کے پاس جاتے تھے جہاں صحیح البخاری تک پڑھائی جاتی تھی۔